تقویٰ، تواضع اور شکر

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

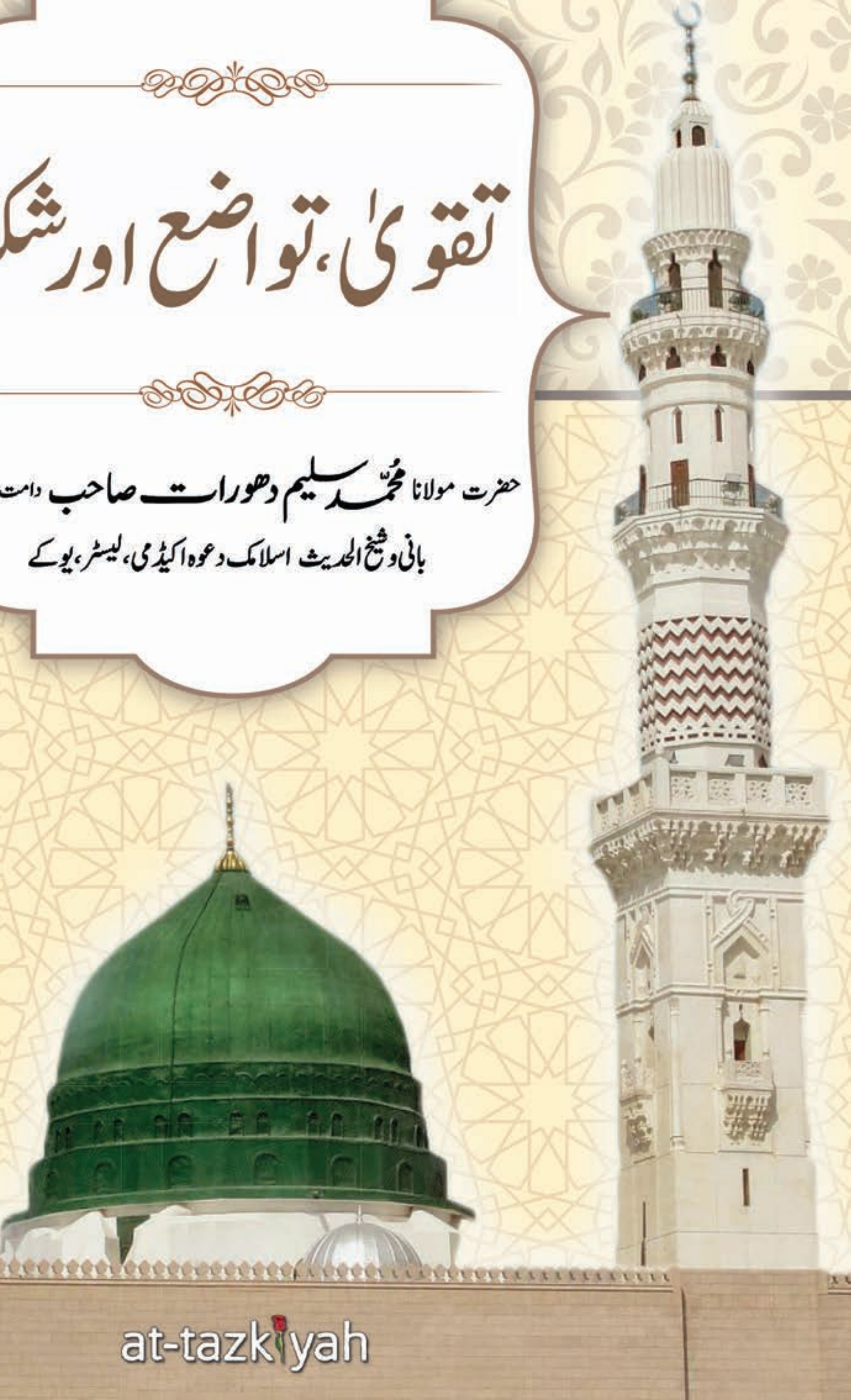

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	تقویٰ، تواضع اور شکر
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ - دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	مسجد عمر، لُوساکا، زامبیا
تاریخِ اشاعت	:	ذوالحجّہ ۱۴۳۹ھ - مطابق اگست ۲۰۱۸ء
ناشر	:	دارالتزکیہ، لیسٹر، یوکے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

تقویٰ، تواضع اور شکر ۷
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود اور ہماری حمد وثنا محدود ۷
مشائخ کے ساتھ اطّلاع اور اتّباع کا تعلّق رکھو ۸
کشف کی حقیقت ۹
سب سے بڑا کشف ۹
افضلیت اور برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے ۱۰
اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ عزّت والا ۱۱
الگ الگ خاندانوں میں تقسیم پہچان کے لئے ہے ۱۲
اللہ تعالیٰ ہماری شکلوں کو نہیں، اعمال اور قلوب کو دیکھتے ہیں ۱۳
کسی کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے ۱۴
اللہ تعالیٰ کو عبدیت بہت پسند ہے ۱۴
مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے ۱۵
جو افضل ہوتے ہیں وہ خود کو افضل نہیں سمجھتے ۱۶
تواضع کی شکل میں تکبّر ۱۸
حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ ۱۹
اللہ کو أَنَا (میں) پسند نہیں ہے ۲۰
میں اپنی 'انا' کی فنا چاہتا ہوں ۲۰
سفر سے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک معمول ۲۱

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے ۲۲
اللہ کا ذکر دل کی تمام کیفیات پر غالب ہو جائے........................ ۲۳
گلستاں میں جا کے ہر ایک گُل کو دیکھا ۲۴
دینی تعلّق بھی بڑائی اور شہرت کے لئے؟ ۲۵
اپنے شیخ کو رنگین اور سنگین دونوں قسم کے حالات بتلاؤ ۲۶
اگر حسنِ خاتمے کی فکر ہو جاتی.... .... ۲۷
اپنے آپ کو اصلاح کے لئے اپنے شیخ کے حوالے کرو........................ ۲۸
جتنا ہو سکے اتنا تو کرو ۲۸
محنت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا ۲۹
اپنی زندگی کا جائزہ لو........................ ۳۰
شیخ سے تعلّق اپنی دنیا کی خاطر ۳۱
حقیقی تواضع........................ ۳۱
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۳۲
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا زہد........................ ۳۳
شکایت سن کر پہلے تحقیق کرو ۳۳
جھگڑوں کا آسان علاج ۳۴
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول........................ ۳۵
شیخ عالمِ غیب نہیں ہوتا........................ ۳۶
روحانی بیماری کے علاج کی فکر........................ ۳۶
آمدم برسرِ مطلب ۳۷

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتیں ۳۸
بیمار ہونے کے باجود سفر کرنے کی وجہ ۳۸
ناقص کا شکر بھی ناقص ہوتا ہے ۳۹
شکر میں ڈوب جانا چاہئے ۴۰
ایک وقت کے کھانے میں کئی نعمتیں ہوتی ہیں ۴۱
نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا طریقہ ۴۲
شکر کی برکت سے بڑھوتری ۴۳
عذاب آئے اور اپنی غلطی کا احساس نہ ہو تو یہ بہت خطرناک ہے ۴۵
شیطان کا دھوکہ ۴۶
خود کو ذمّے دار سمجھو ۴۷
حضرت ذوالنّون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ ۴۷
اپنی زندگیوں کو ٹھیک کرو ۴۸
حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پسندیدہ شعر ۴۹
ماٰخذ ومراجع ۵۱

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

تقویٰ، تواضع اور شکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراھیم: ۷) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْأُمِّیُّ الْکَرِیْمُ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود اور ہماری حمد وثنا محدود

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ہم بندوں پر بے شمار احسانات ہیں، وہ اتنے ہیں کہ اگر کوئی ان کو گننا چاہے تو ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ وہ شمار کی حد سے باہر ہیں۔

﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (ابراھیم: ۳۴)
اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم انہیں شمار نہیں کر سکتے۔

جب نعمتیں بے شمار ہیں تو نہ اللہ تعالیٰ کے شکر کا حق ادا ہو سکتا ہے نہ اس کی حمد وثنا کا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ[1]

اے اللہ! میں آپ کی تعریف کا شمار و احاطہ نہیں کرسکتا، آپ ویسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جتنی تعریف کرنی چاہئے وہ ہم سے کبھی نہیں ہوسکتی، جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اور ہماری تعریف محدود تو بندہ اللہ تعالیٰ کی کما حقہٗ تعریف کیسے کرسکتا ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ شانُہٗ کا جتنا شکرادا کرنا چاہئے وہ بھی ہمارے بس سے باہر ہے۔

مشائخ کے ساتھ اطّلاع اور اتّباع کا تعلّق رکھو

میں نے ایک مرتبہ اپنے محبوب شیخ، حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک اصلاحی خط لکھا، یہاں میں اپنے تمام سالک دوستوں کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اپنے مشائخ کے ساتھ اطّلاع اور اتّباع کا مضبوط تعلّق رکھیں، میرے بھائیو! میری ہر جگہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ جو کچھ عرض کروں اس میں خیر خواہی کا پہلو ہو، تزکیہ کے لئے اطّلاع اور اتّباع بہت ضروری ہے، سلسلہ شروع تو کیجئے، اپنے شیخ کو ایک مہینے کے بعد، دو مہینے کے بعد، تین مہینے کے بعد، quarterly (ہر سہ ماہی کے بعد) خط لکھو، اپنے حالات بیان کرو، اور ان کی طرف سے جو رہنمائی ملے اس پر عمل کرو، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ خوب ترقّی ہوگی۔

اپنے شیخ کو اپنے احوال کی اطّلاع کریں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ بیماری کیا ہے اور بیمار کے لئے کون سی دوا تجویز کرنی ہے، شیخ عالمِ غیب نہیں ہوتا، ہمارا عقیدہ ہے کہ عالمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ہاں، کبھی کبھی کسی شیخ کو، کسی ولی کو، کسی نیک آدمی کو، کسی بزرگ کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے کشف ہوجاتا ہے، کسی کو کم کسی کو زیادہ، لیکن کشف کا ہونا ولایت کے لئے

---

[1] صحيح مسلم، باب ما يقال في السجود والركوع، ح(۴۸۶)

شرط نہیں ہے، اگر کسی کو پوری زندگی کشف نہ ہو، لیکن وہ شریعتِ مطہّرہ کا پابند ہے تو وہ ولی ہے، کشف کا ہونا بڑی بات نہیں ہے، بڑی بات تو اتبّاعِ شریعت ہے۔

کشف کی حقیقت

کشف کسے کہتے ہیں؟ کشف یہ ہے کہ unseen (غیب کی کوئی چیز) نظر آجائے، مثلاً آپ کے دل کی بات میرے اوپر کھل جائے، آپ کے دل میں کیا ہے اس کی مجھے اطّلاع ہوجائے، یا یہ کہ اس وقت لیسٹر، انگلینڈ میں کیا ہو رہا ہے وہ مجھے نظر آجائے، یہاں سے لیسٹر تک بہت سارے پردے ہیں، بہت ساری چیزیں حائل ہیں، وہ ہٹ جائیں اور مجھے یہاں بیٹھے بیٹھے نظر آجائے کہ لیسٹر میں اس وقت کیا ہو رہا ہے، اسی طرح ابھی ۲۰۱۵ء ہے، اور ۲۰۱۵ء اور ۲۰۱۷ء کے درمیان بہت سارے پردے ہیں، کل کا دن ایک پردہ ہے، اس کے بعد والا دن ایک پردہ ہے، اگر اسی وقت نظر آجائے کہ ۲۰۱۷ء میں کیا ہو رہا ہے تو یہ سارے پردے کھل گئے، اسے کہتے ہیں کشف، اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے لئے زمانہ اور جگہ کے سارے پردے ہٹا دیتے ہیں اور اسے بہت دور کی چیز دِکھا دیتے ہیں۔

سب سے بڑا کشف

لوگوں کو کشف سے بڑی دل چسپی ہوتی ہے، اگر کسی کو کشف ہوتا ہے تو اسے بڑے تعجّب سے دیکھا جاتا ہے، حالانکہ اس سے بڑھ کر چیز تو اتبّاعِ شریعت ہے، اور میرے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے تھے کہ سب سے بڑا کشف یہ ہے کہ انسان کو اس کے روحانی عیوب نظر آجائیں۔[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانی عیب کا جب تک پتا نہیں چلے گا، علاج نہیں

[1] اصلاح کی سو باتیں، ص: ۷

ہوگا، اور علاج نہیں ہوگا تو آخرت میں ناکامی ہوگی، اور روحانی عیب مریض پر پوشیدہ رہتا ہے، سب کو نظر آئے گا مگر خود مریض کو نظر نہیں آئے گا، سب کو یہ بات نظر آئے گی کہ اس شخص میں تکبّر ہے مگر خود تکبّر کے مریض کو خیال تک نہیں آئے گا کہ مجھ میں تکبّر ہے، پوری دنیا کو نظر آئے گا کہ یہ شخص زبان دراز ہے مگر خود زبان دراز کو اس بات کا احساس نہیں ہوگا، سب کو نظر آئے گا کہ یہ بخیل ہے مگر خود بخیل کو محسوس نہیں ہوگا، وہ ایسا ہی سمجھتا رہے گا کہ میں سخی ہوں۔

افضلیت اور برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا کسی بات میں اختلاف ہوگیا اور کچھ تُوتُو میں میں ہوگئی، دونوں صحابہ ہیں، نیک بھی تھے اور دوست بھی، مگر دنیا میں الگ الگ مزاج کے لوگ رہتے ہیں اس لئے اختلاف کا ہو جانا ایک فطری بات ہے، difference of opinion (اختلافِ رائے) کوئی بُری بات نہیں ہے، لیکن اختلافِ رائے کے نتیجے میں حد کو cross (پار) کر جانا یہ بُرا ہے، تُوتُو میں میں ہوئی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا:

يَا ابْنَ السَّوْدَاءِ!

اے کالی عورت کے بیٹے!

ابھی ابھی کچھ ہی سالوں پہلے زمانۂ جاہلیت کا دور دورہ تھا جس میں کلچر (culture) یہ تھا کہ جو کالے رنگ کا ہوتا تھا اسے کم درجے کا سمجھا جاتا تھا اور حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالے اور گورے کے فرق کو ختم فرما دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان کر چکے تھے:

إِنَّكَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِنْ أَحْمَرَ وَلَا أَسْوَدَ إِلَّا أَنْ تَفْضُلَهُ بِتَقْوٰى[۱]

تم نہ کسی سُرخ رنگ والے آدمی سے بہتر ہو نہ کالے رنگ والے سے، مگر یہ کہ تم اس پر تقویٰ کے ذریعے برتری حاصل کرلو۔

تم رنگ کی بنیاد پر کسی سے بہتر نہیں ہو سکتے، کالے رنگ والا شخص یہ سمجھے کہ میں گورے سے بہتر ہوں، یہ غلط خیال ہے، اور گورے رنگ والا یہ سمجھے کہ میں کالے سے بہتر ہوں، یہ بھی غلط خیال ہے، کون بہتر ہے اس کا پتا اس بات سے چلے گا کہ تقویٰ کس کے پاس ہے اور کتنا ہے؟ رنگ کوئی بھی ہو، جب تک اپنی زندگی کو تقویٰ سے آراستہ نہ کرے اس وقت تک بہتر نہیں، کالا ہے اور تقوے والا تو بہتر، گورا ہے مگر تقوے والا نہیں تو کچھ نہیں، گورا ہے اور تقوے والا تو بہتر، اور کالا ہے مگر تقوے والا نہیں تو کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ عزّت والا

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً اللہ کی نظر میں تم میں سے سب سے زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقوے والا ہے۔

تم میں سے جو گورے رنگ والا ہے اس کے بھی ماں باپ آدم اور حوّا، جو کالے رنگ والا ہے اس کے بھی ماں باپ آدم اور حوّا، جو بھورے رنگ والا ہے اس کے بھی، پاکستان کا رہنے

[۱] مسند أحمد، ح(۲۱۴۰۷)

والا ہے اس کے بھی، انڈیا کا رہنے والا ہے اس کے بھی، چین (China) کا رہنے والا ہے اس کے بھی، روس (Russia) کا رہنے والا ہے اس کے بھی، افریقہ کا رہنے والا ہے اس کے بھی، غریب ہے اس کے بھی، مالدار ہے اس کے بھی، مرد ہے اس کے بھی، عورت ہے اس کے بھی، عجمی ہے اس کے بھی اور عربی ہے اس کے بھی، تم سب کے باپ بھی ایک اور تم سب کی ماں بھی ایک، جب ماں ایک اور باپ ایک، اصل ایک، جڑ ایک، جب سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں تو کسی ایک شاخ کو یہ حق کیوں ہوگا کہ وہ اپنے کو دوسری شاخ سے بہتر سمجھے، ہاں، پھل دار شاخ بے پھل شاخوں پر برتری کا دعویٰ کرسکتی ہے، ٹھیک اسی طرح تمام انسان ایک درخت کی الگ الگ شاخیں ہیں اور تقویٰ پھل ہے، بغیر تقویٰ کے کوئی کسی پر فضیلت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

الگ الگ خاندانوں میں تقسیم پہچان کے لئے ہے

﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ (الحجرات:۱۳)

اور ہم نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں کر دیا تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

سب کو خاندانوں میں تقسیم کر دیا؛ دھورات خاندان الگ، پٹیل خاندان الگ، منگیرا خاندان الگ، عمر خاندان الگ، دیدات خاندان الگ، خان خاندان الگ، یہ الگ الگ خاندان اور قبیلے، پھر الگ الگ قومیں: کوئی افغانی ہے تو کوئی پاکستانی، کوئی بنگلا دیشی ہے تو کوئی افریقی، افریقہ میں پھر کوئی Zambian ہے، کوئی Malawian ہے، یہ اس لئے کہ اگر الگ الگ علاقے نہ ہوتے، الگ الگ رنگ نہ ہوتے، الگ الگ قبیلے نہ ہوتے، الگ الگ شکلیں نہ ہوتیں تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجاتا، شناخت کیسے ہوتی؟ کوئی چوری کرتا تو

اسے کیسے پکڑتے؟ امیگریشن (immigration) والوں کو کیسے پتا چلتا کہ آنے والا کون ہے اور جانے والا کون؟ ایک چھوٹی بستی میں اگر ابراہیم نام کے دو چار آدمی رہتے ہوں اور ان سب کی surname (خاندانی نام) پٹیل ہو تو کتنی اُلجھن ہوتی ہے؟ تو اگر دنیا بھر کے انسان ایک ہی رنگ کے، ایک ہی شکل کے، ایک ہی قبیلے کے ہوتے تو کتنا مشکل ہو جاتا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں الگ الگ رنگوں میں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تاکہ ہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں، اس لئے نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو despise کریں، ایک دوسرے سے نفرت کریں یا ایک دوسرے کے ساتھ superiority (برتری) کا معاملہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری شکلوں کو نہیں، اعمال اور قلوب کو دیکھتے ہیں

جہاں تک superiority (برتری) کا تعلّق ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

بیشک تم میں سے سب سے زیادہ معزّز، مکرّم اور محترم اللہ کی نظر میں وہ ہے جس کے پاس سب سے زیادہ تقویٰ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلٰى أَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ[1]

اللہ تعالیٰ شانُہٗ نہ تمہاری شکلوں کو دیکھتے ہیں اور نہ تمہاری جائداد کو اور پیسوں کو، لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانُہٗ تمہاری شکلوں کو نہیں دیکھتے کہ گورا ہے، خوبصورت ہے، نیلی آنکھوں والا

---

[1] صحيح مسلم، باب المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يخذله حرام ودمه وماله وعرضه، ح(۶۷۴۶)

ہے، اسی طرح تمہاری دولت اور جائداد کو بھی نہیں دیکھتے کہ یہ کتنا مالدار ہے، اللہ تعالیٰ تو یہ دیکھتے ہیں کہ دلوں میں تقویٰ ہے یا نہیں؟ دلوں میں اخلاص ہے یا نہیں؟ دلوں میں محبتِ الٰہیہ ہے یا نہیں؟ اور اعمال کو دیکھتے ہیں کہ اعمال اچھے ہیں یا بُرے؟ اخلاق کو دیکھتے ہیں کہ اخلاق کیسے ہیں؟

کسی کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے

اس لئے میرے بھائیو، کسی کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے، کوئی عالم اپنے علم کی وجہ سے کسی غیر عالم کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے، کوئی مالدار اپنی جائداد کی وجہ سے کسی غریب کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے، عبادت کرنے والا کسی گنہگار کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے، جو عمر میں بڑا ہے وہ اپنے سے چھوٹے کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے، کسی کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ مجھ سے چھوٹا ہے، مجھ سے inferior (کمتر) ہے، اس لئے کہ جس وقت ہماری نظر کسی پر اس خیال کے ساتھ پڑتی ہے کہ یہ مجھ سے کمتر ہے، چھوٹا ہے، حقیر ہے، تو ٹھیک اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم سے بڑا ہوتا ہے اور ہم حقیر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو عبدیت بہت پسند ہے

انسان کی دنیا میں جو بھی حیثیت ہو، جب وہ کسی دوسرے انسان کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے تو عین اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں چھوٹا ہوتا ہے، اس لئے ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھو، ہر شخص کے ساتھ احترام سے پیش آؤ، زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جس سے کسی کو ٹھیس پہنچے، کسی کا دل ٹوٹے، ہر کسی پر اپنی رائے مسلّط کرنے کی کوشش مت کرو کہ جو میں

کہوں بس وہی ہونا چاہئے، dictatorial (آمرانہ) مت بنو، کسی کو compel (مجبور) مت کرو، بندے بن کر رہو، اللہ تعالیٰ کو عبدیت بہت پسند ہے، اس نے ہمیں بندے بن کر زندگی گزارنے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶)
میں نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری بندگی کریں۔

بندہ جب عبدیت اختیار کرتا ہے، بندہ بن کر زندگی گزارتا ہے، اپنے اندر جھکاؤ پیدا کرتا ہے، تواضع وانکساری اختیار کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو بلند کرتے ہیں، اور جو بندہ بڑائی اختیار کرتا ہے اور خود کو بلند کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو لوگوں کی نظروں سے گراتے ہیں اور گھٹاتے ہیں۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ[1]
جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں، اور جو بڑائی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے گھٹاتے ہیں۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے....

اگر مرتبہ چاہتے ہو تو اپنے اندر تواضع پیدا کرو، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھو، اپنے آپ کو مٹاؤ۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گُل وگُلزار ہوتا ہے

دانہ اگر اپنے آپ کو مٹانے کے لئے تیار نہ ہوتا اور کہتا کہ میں زمین میں دفن نہیں

[1] المعجم الأوسط للطبراني، ح(۴۸۹۴)

ہوں گا، میں تو سونے کی تشتری میں ریشم کے کپڑے میں رہوں گا، تو وہ کبھی ترقّی نہ کرتا، اپنی حیثیت نہ بنا پاتا، سڑ جاتا، لیکن جب یہ اپنے آپ کو مٹانے کا فیصلہ کر لیتا ہے اور زمین میں دفن ہو جاتا ہے، گمنامی اختیار کر لیتا ہے، تو تھوڑے ہی عرصے میں پودے کی شکل لے کر زمین سے باہر نکلتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس کے بعد بے شمار لوگ اس کے سایے سے، اس کی لکڑیوں سے اور اس کے پھلوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، کتنے جانور اس کے پتّوں سے سیری حاصل کرتے ہیں، کتنے پرندے اس میں اپنے گھونسلے بناتے ہیں، ہزاروں اس سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جو اپنے آپ کو مٹاتا ہے اور جُھکاتا ہے وہ قابلِ قدر بنتا ہے اور اس کا فیض بھی عام ہوتا ہے۔

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جُھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

جو بڑے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ چھوٹے بن کر رہتے ہیں، جب کوئی تواضع کے ساتھ چھوٹا بن کر رہتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بڑا ہے، اور جب کوئی اکڑ کے ساتھ بڑا بن کر رہتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ چھوٹا ہے۔

جو افضل ہوتے ہیں وہ خود کو افضل نہیں سمجھتے

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کسی کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ میں یونس بن متیؑ سے بہتر ہوں۔[1] حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجے کے

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب قول الله تعالى وهل أتاك حديث موسى، ح(۳۳۹۸)

صاحبِ نسبت بزرگ تھے، بہت بڑے فقیہ بھی تھے اور بڑے محدّث بھی، ایک دن حدیث کا درس دے رہے تھے، شاگردوں نے کہا کہ یہ حدیث سمجھ میں نہیں آئی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام نبیوں سے افضل ہیں، تو اگر کوئی یہ کہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر ہیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کیوں فرما رہے ہیں کہ تم یہ مت کہو کہ میں یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں؟ اس سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ یونس علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاد فرمایا کہ اسی حدیث سے تو پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یونس علیہ السلام سے افضل ہیں اس لئے کہ جو افضل ہوتے ہیں وہ خود کو افضل نہیں سمجھتے، وہ یہی کہتے ہیں کہ میں افضل نہیں ہوں۔ طلبہ نے پھر سوال کیا، حضرت نے پھر سمجھایا، جب دوسری مرتبہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! یہ بتلاؤ کہ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں آپ لوگوں سے افضل ہوں یا کمتر؟ سب نے کہا کہ حضرت افضل ہیں، ہماری حضرت کے سامنے حقیقت ہی کیا ہے؟ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تم میں سے ہر شخص کو اپنے سے ہزار مرتبہ بہتر سمجھتا ہوں۔[۱]

میرے بھائیو! جو بھی بڑا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں یونس علیہ السلام سے بہتر نہیں، یہی بتلا رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یونس علیہ السلام سے بہتر ہیں۔

تواضع کی شکل میں تکبّر

جو تواضع اختیار کرتا ہے اور چھوٹا بن کر رہتا ہے، وہی درحقیقت بڑا ہوتا ہے، ہاں، یہ

[۱] حیرت انگیز واقعات، ص: ۵۶۲

بات الگ ہے کہ زبان سے تو کہہ رہا ہو کہ میں سب سے چھوٹا اور دل میں یہ ہو کہ میں سب سے بڑا، اس طرح کی زبانی تواضع سے مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگ میری تعریف کریں، جی ہاں، ایسے جھوٹے متواضع بھی ہوتے ہیں جو خواہ مخواہ کہتے رہتے ہیں کہ میں حقیر ہوں، میں ناکارہ ہوں، میں بہت گنہگار ہوں، سالکین میں بھی ایسے لوگ ملتے ہیں، ان کو حبِّ جاہ کا مرض ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ چاہت ہوتی ہے کہ لوگوں کی نظروں میں ہم معزّز اور محترم ہو جائیں اس لئے وہ تواضع کا مظاہرہ کرتے ہیں، سلوک کی وجہ سے ان کو تھوڑی بہت سوجھ بوجھ ہوتی ہے اور پتا ہوتا ہے کہ جو تواضع والا ہوتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں محترم بنتا ہے، اب وہ سوچتے ہیں کہ میں نمازیں پڑھتا ہوں، ذکر کرتا ہوں، حج اور عمرہ کرتا ہوں اور میرا یہ ساتھی کچھ بھی نہیں کرتا، اگر میں اس سے یہ کہوں کہ یار! مجھ سے تو تُو بھی بہتر ہے، تو یہ مجھ سے متاثّر ہوگا اور میری تعریف کرے گا۔ یہ تواضع کی شکل میں تکبّر ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری تواضع بھی تکبّر ہے، زبان سے خود کو نالائق کہتے ہیں مگر دل سے ہرگز نالائق نہیں سمجھتے، جب اس طرح تکبّر بشکلِ تواضع کرنے والے کو کوئی یہ کہہ دے کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا، آپ واقعی نالائق ہیں، تب دیکھئے کہ ان کی کیا حالت ہوتی ہے، گولی مارنے کو تیار ہو جائیں گے۔[1] شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تواضع اور انکساری کے الفاظ کہ ہم گنہگار ہیں، ہم سب سے بدتر ہیں، ہم ناچیز ہیں وغیرہ وغیرہ، ہم منافقانہ طور پر استعمال کرتے ہیں، اگر کوئی شخص ہمیں جاہل، بددین، بدمعاش وغیرہ کہہ دیتا ہے تو ہم مارنے اور مرنے، بلکہ اس سے بھی تجاوز کرنے کو تیار ہو

---

[1] اسلاف کے سنہرے اقوال،ص:۲۲۱

جاتے ہیں۔[۱] اس لئے کہ یہ سب کچھ تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ تعریف ہو، سننے والے کہیں کہ نہیں جی، آپ کہاں حقیر ہیں، ماشاءاللہ، پورے لُوسا کا میں آپ جیسا دین دار کوئی نہیں ہے، لیکن آپ نے پلٹ کر اس کی چاہت پر پانی پھیر دیا تو ظاہر ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلے گا اور اس کو غصّہ آئے گا، یہ تواضع کے جھوٹے دعوے دار ہیں، میں ایسے لوگوں کی بات نہیں کر رہا ہوں، میں مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کی بات کر رہا ہوں جو دل سے حقیقت میں ایسا سمجھتے ہیں کہ میں سب سے حقیر اور نالائق ہوں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کوئی واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے انہوں نے یہ کہا کہ اگر اس وقت مسجد کے دروازے پر یہ اعلان ہو کہ اس مسجد میں جتنے لوگ ہیں ان میں سے سب سے بدتر شخص مسجد سے نکل جائے تو سب سے پہلے میں نکل جاؤں گا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آج تو مسجد میں عجیب واقعہ پیش آیا اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کہا۔ تو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اسی تواضع نے تو مالک کو مالک بنا رکھا ہے۔[۲] مطلب یہ ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو تواضع کی جو حقیقت حاصل ہوگئی ہے کہ میں سب سے زیادہ حقیر ہوں، اس نے انہیں اللہ کی نظر میں اونچے مقام والا بنا رکھا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ دل کی یہ کیفیت کیسے حاصل ہوگی کہ ہم خود کو سب سے کمتر سمجھیں؟ جواب یہ ہے کہ اگر ہم بھی تزکیہ کی ویسی محنت کریں جیسی انہوں نے کی تھی تو ہمارے دل سے

---

[۱] ملفوظاتِ حضرت مدنیؒ، ص: ۷۷

[۲] إحياء علوم الدين: ٦ / ٣٨٤

بھی تکبّر نکل جائے گا اور تواضع آ جائے گی، اور ہمارے دل کی بھی وہی کیفیت ہوگی، ہمیں اس طرح کی باتیں اس لئے سمجھ میں نہیں آتیں کہ ہم نے اس لائن کی محنت نہیں کی ہے۔

اللہ کو أَنَا (میں) پسند نہیں ہے

ہمیں ہر چیز میں اپنی ذات نظر آتی ہے، ہم کہتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور وہ کیا، یہ بھی کیا اور وہ بھی کیا، ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم ایک ایک دن میں کتنے دعوے کرتے ہیں، میرے بھائیو! کم سے کم اتنا تو کہو کہ میں نے یہ کام اللہ کے فضل سے کیا، اس 'میں' کو مٹاؤ، فرعون اسی 'میں' کے چکّر میں رہا، اس نے کہا تھا:

أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى

میں تمہارا اعلیٰ درجے کا پروردگار ہوں۔

اور شیطان بھی اسی چکّر میں رہا، اس نے کہا تھا:

أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ

میں آدم سے بہتر ہوں۔

اللہ کو یہ أَنَا (میں) بہت ناپسند ہے۔

میں اپنی 'انا' کی فنا چاہتا ہوں

میرے بھائیو! اس 'انا' کو، اس 'میں' کو فنا کردو، ایک شاعر کہتا ہے:

میرے دل کا کوئی تقاضا نہیں ہے
میں اپنی 'انا' کی فنا چاہتا ہوں

میں کچھ نہیں چاہتا، میری تو صرف ایک ہی چاہت ہے کہ میری 'انا' فنا ہو جائے، ایک

مہتمم کی اس سے بڑی ناکامی کیا ہوسکتی ہے کہ اس کے ذہن میں یہ بات ہو کہ مدرسہ میں چلا رہا ہوں؟ اللہ اکبر! مدرسہ خوب ترقّی کر جائے، لیکن مہتمم اگر ایسا سمجھتا رہے کہ میں مدرسہ چلا رہا ہوں تو مہتمم کے لئے اس سے بڑی ناکامی کوئی نہیں، مسجد کا متولّی یہ سمجھے کہ اس مسجد کی ترقّی میں میرا دخل ہے تو متولّی کے لئے اس سے بڑی ناکامی کوئی نہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب فتحِ مکّہ کے موقع پر مکّہ مکرّمہ میں داخل ہو رہے تھے تب آپ کی مبارک زبان پر کیا کلمات تھے؟

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، صَدَقَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ[1]

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی، اور اس نے متّحد جماعتوں کو تنہا شکست دی۔

سفر سے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک معمول

اسی طرح جب حج، عمرہ یا کسی expedition (مہم) سے فارغ ہو کر آپ واپس لوٹتے تھے تو مدینہ منوّرہ کے قریب پہنچ کر آپ کی زبان پر یہ کلمات ہوتے تھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ[2]

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لئے سلطنت ہے، اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اپنے رب کی

[1] سنن أبو داود، باب في دية الخطإ شبه العمد، ح(۴۵۳۵)

[2] صحيح البخاري، باب ما يقول إذا رجع من الحجّ أو العمرة أو الغزو، ح(۱۸۰۲)

تعریف کرنے والے ہیں، اللہ ہی نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اسی نے اپنے بندے کی مدد کی، اور متّحد جماعتوں کو تنہا اسی نے شکست دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعویٰ نہیں کرتے تھے کہ میں سیّد المرسلین ہوں اس لئے میری برکت سے کامیابی ملی ہے، بلکہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسی نے اپنے بندے کی مدد کی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم تھی تاکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کا کرم ہوتا ہے اور بطورِ سبب وہ ہمیں استعمال کر کے ہم سے کام لے لیتا ہے، میرے بھائیو! جو کام اللہ تعالیٰ کو انجام دینا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، اللہ ہمارا محتاج نہیں ہے، یہ اس کا کرم ہے کہ بطورِ سبب وہ مجھے اور آپ کو استعمال کر لیتا ہے، وہ چاہتے تو اسماعیل کو استعمال کر لیتے، احمد کو، ابراہیم کو، کسی کو بھی استعمال کر لیتے، ان کا کرم ہوا کہ ان سب کو چھوڑ کر ہمیں استعمال کر لیا۔

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے

میرے بھائیو! اپنے آپ کو بڑائی سے بہت دور رکھنا چاہئے، دل دماغ سے 'میں' کو نکال دینا چاہئے۔

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے

دل و دماغ سے اس خیال کو نکال دے کہ تُو بھی کچھ ہے اور کچھ کر سکتا ہے۔

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

تیری ہستی، تیرے existence (وجود) کو اتنا مٹا دے کہ وجود کے ختم ہو جانے کے

بعد وجود کا کوئی اثر بھی باقی نہ رہے، بکری کو ذبح کیا، پھر گوشت تقسیم کر دیا، کھال بھی کسی غریب کو دے دی، لیکن جہاں بکری ذبح ہوئی تھی وہاں سے جو بھی گزرے گا اسے پتا چلے گا کہ یہاں جانور ذبح ہوا ہے اس لئے کہ ابھی خون ہے، بو ہے، اس کے اثرات ہیں، لیکن اگر آپ اس جگہ کی صفائی کر لیں، اس جگہ کو دھو ڈالیں، اس کے بعد وہاں سے کوئی گزرے گا تو اب اسے پتا نہیں چلے گا کہ یہاں کسی وقت بکری تھی، اس لئے کہ نہ رنگ ہے نہ بو ہے، تو 'تُو' کو اتنا مٹا دے کہ 'تُو' بالکل ہی ختم ہو جائے، نہ اس کا رنگ باقی رہے نہ اس کی بُو۔

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
ہُو میں اتنا کمال پیدا کر

'ہُو' سے مراد اللہ ہے، 'ہُو' میں کمال پیدا کر، دل میں جو 'تُو' ہے، اسے 'ہُو' کی تکرار کے ذریعے نکال دے، 'ہُو' اندر داخل ہو گا تو 'تُو' نکلے گا۔

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
ہُو میں اتنا کمال پیدا کر
کہ ہُو تو رہے تُو نہ رہے

اللہ کا ذکر دل کی تمام کیفیات پر غالب ہو جائے

میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اتنا ذکر کرو، اتنا ذکر کرو کہ دل کی جتنی کیفیات ہیں، جتنی بیماریاں ہیں، ان سب کے اوپر اللہ کا ذکر غالب آ جائے، دل کی ساری کیفیات پر اللہ

کے ذکر کی کیفیت غالب آجائے۔[۱] جب ایسا ہوگا تو پھر زندگی کا رنگ ہی کچھ اور ہوگا، اس لئے کہ جیسا دل ہوگا جسم سے ویسے ہی اعمال صادر ہوں گے، جب دل درست ہوجاتا ہے تو جسم سے اچھے اعمال صادر ہونے لگتے ہیں۔

إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ[۲]

جب دل درست ہوجاتا ہے تو پورا جسم درست ہوجاتا ہے۔

اب دل میں جب 'ہُو' ہی 'ہُو' ہے، اللہ ہی اللہ ہے، تو کان کو اللہ ہی سنائی دے گا اور آنکھ کو اللہ ہی نظر آئے گا، اب جہاں کہیں دیکھے گا اسے یہی نظر آئے گا کہ اللہ کر رہا ہے، کچھ کرے گا تو کہے گا کہ اللہ نے کروایا، صلاحیتوں کی طرف نظر جائے گی تو خیال آئے گا کہ یہ صلاحیتیں اللہ نے دی ہیں، باغ کے پھل اور پھول پر نظر پڑے گی تو خیال آئے گا کہ یہ خوبصورت پھول اللہ نے بنایا ہے، یہ خوبصورت درخت اللہ نے بنایا ہے، یہ خوبصورت نہر اللہ نے جاری کی ہے، اسے اب ہر جگہ اللہ نظر آئے گا۔

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بُو ہے
جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

گلستاں میں جا کے ہر ایک گُل کو دیکھا

گلستاں میں جا کے ہر ایک گُل کو دیکھا
تیری سی ہی رنگت تیری سی ہی بو ہے

---

[۱] اصلاحی مواعظ: ۱/ ۲۳۰

[۲] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ، ح(۵۲)

میں گلستاں میں گیا، باغ میں گیا، مختلف قسم کے پھولوں کو دیکھا، ان کے رنگ الگ الگ تھے، ان کی خوشبوئیں الگ الگ تھیں، لیکن میں نے جس پھول کو بھی دیکھا، اس میں اے اللہ! مجھے تیرا ہی رنگ نظر آیا اور جس پھول کو بھی سونگھا، اے اللہ! اس میں مجھے تیری ہی خوشبو محسوس ہوئی۔

دینی تعلّق بھی بڑائی اور شہرت کے لئے؟

تو میرے بھائیو! کسی کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے، اور اگر ہم اس بیماری میں مبتلا ہیں تو اس کا علاج کرانا چاہئے، دل پر جب ذکر کی محنت ہوتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی آتی ہے، پھر اپنی ذات حقیر معلوم ہونے لگتی ہے اور تکبّر سے نجات ملتی ہے، صرف بیعت ہوجانا کافی نہیں ہے، بیعت ہونا بھی اب ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے، کبھی دیکھا دیکھی بیعت ہوتے ہیں، کبھی اپنا شوق پورا کرنے کے لئے بیعت ہوتے ہیں، کبھی اپنی بڑائی کو مزید بڑھانے کے لئے بیعتہوتے ہیں، جی ہاں، اپنی بڑائی کو بڑھانے کے لئے بیعت ہوتے ہیں، یہ خیال گزرتا ہے کہ بڑے تو پہلے سے تھے، اب بڑے شیخ کے مرید ہو گئے تو اور بڑے ہوگئے، اب ایسا کہہ سکیں گے کہ فلاں بزرگ کے ساتھ ہمارا تعلّق ہے، اسی وجہ سے کچھ لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے کئی بزرگوں سے بھی تعلّق رکھتے ہیں، مگر اصلاح نہ اپنے شیخ سے کراتے ہیں نہ ان بزرگوں میں سے کسی اور سے، وہ اپنا سی وی (CV) بناتے رہتے ہیں کہ فلاں بزرگ سے بھی میرا تعلّق ہے اور فلاں سے بھی، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ، دینی تعلقّات بھی جاہ کو بڑھانے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں۔

بیعت تو روحانی اور باطنی امراض کے خاتمے کے لئے ہوتی ہے، اور یہ تب ہوگا جب ہم اپنے شیخ کے ساتھ اعتماد اور انقیاد والا تعلّق رکھیں گے اور خلوص کے ساتھ اطّلاع اور اتّباع کا اہتمام کریں گے کہ حضرت، مجھ میں یہ بیماری ہے، مجھ میں تکبّر ہے، گزشتہ کل فلاں صاحب سے بات ہورہی تھی، میں غلطی پر تھا اور وہ صحیح تھے، لیکن چونکہ وہاں دس آدمی اور بھی تھے، مجھے اپنی عزّت گھٹتی ہوئی نظر آئی، اس لئے بجائے غلطی قبول کرنے کے میں نے ان کو دبا دیا، آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ میرے بھائیو! اپنے شیخ کو اپنی بیماریاں بتلاؤ تاکہ وہ علاج بتلائیں، اس لئے کہ مرنے سے پہلے پہلے ان روحانی بیماریوں سے نجات پا لینا بہت ضروری ہے۔

اپنے شیخ کو رنگین اور سنگین دونوں قسم کے حالات بتلاؤ

اطّلاع اور اتّباع کا اہتمام کرو، اپنے شیخ کو اپنے حالات بتلاؤ اور اچھے اور بُرے دونوں قسم کے حالات بتلاؤ، اس لئے کہ کبھی کبھی حالات اچھے نظر آتے ہیں مگر ہوتے ہیں بُرے، اور کبھی بُرے نظر آتے ہیں مگر ہوتے ہیں اچھے، ان باتوں کو شیخ سمجھتا ہے، روحانی طبیب سمجھتا ہے، اچھے حالات بھی بتلاؤ اور بُرے بھی بتلاؤ، اچھا خواب نظر آئے وہ بھی بتلاؤ، بُرا خواب آئے وہ بھی بتلاؤ، ذکر کرتے ہوئے دل میں اچھی کیفیت معلوم ہورہی ہے وہ بھی بتلاؤ اور ذکر کرتے ہوئے وسوسے آرہے ہیں وہ بھی بتلاؤ، تہجّد کی توفیق مل رہی ہے وہ بھی بتلاؤ اور بدنظری ہورہی ہے وہ بھی بتلاؤ۔

میں نے اپنے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بہت سے مرید اپنے شیخ کو رنگین حالات تو بتلاتے ہیں مگر سنگین حالات نہیں

بتلاتے۔ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو رنگین حالات بتلاتے ہیں یا سنگین؟ سنگین بتلاتے ہیں، اگر کسی کو رات میں اچھی طرح نیند آجاتی ہے، مگر دن کو کھانا نہیں کھایا جاتا، تو ڈاکٹر کو کیا بتلائے گا؟ یہ کہ نیند اچھی طرح آجاتی ہے یا یہ کہ کھانا نہیں کھایا جارہا ہے؟

اگر حسنِ خاتمے کی فکر ہوجاتی....

میرے بھائیو! اگر ہمارے دل میں یہ احساس پیدا ہوجائے کہ ان سنگین حالات کی وجہ سے میرا ایمان خطرے میں ہے، میرا حسنِ خاتمہ خطرے میں ہے، میری قبر خطرے میں ہے، میرا حشر خطرے میں ہے، حساب کے وقت بہت مشکل ہوگا، پُل صراط کا معاملہ سنگین ہوگا، تو ہم اپنے شیخ تو کیا، اصلاح کی غرض سے پوری دنیا کے سامنے اپنے احوال پیش کرنے کے لئے تیار ہوجائیں، لیکن ہم غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں اور ایسا سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کررہے ہیں اور چھپا رہے ہیں، اس کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ نہیں ہوگی، ہم بخشے بخشائے یوں ہی نکل جائیں گے، نہیں میرے بھائیو، قیامت کا دن بڑا آزمائش والا ہوگا۔

﴿يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ (القیامۃ:۱۳)

اس دن ہر انسان کو باخبر کیا جائے گا ان تمام چیزوں کے بارے میں جو اس نے آگے بھیجی ہیں اور پیچھے چھوڑی ہیں۔

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ﴾ (الطارق:۹، ۱۰)

جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ کی جائے گی، تو انسان کے پاس نہ اپنا کوئی زور ہوگا نہ مددگار۔

اپنے آپ کو اصلاح کے لئے اپنے شیخ کے حوالے کرو

اپنے شیخ کو اپنے تمام احوال اصلاح کی غرض سے بتلاؤ، اطّلاع اور اتّباع کا تعلّق رکھو، بیعت تو ماشاء اللہ آپ میں سے اکثر ہو گئے ہیں اور یہ آپ نے بہت اچھا قدم اُٹھایا ہے، اللہ نے آپ کو توفیق دی کہ آپ نے کسی کو اپنا راہبر منتخب کرلیا، جو حضرات مدارس سے تعلّق رکھتے ہیں ان میں شاید ہی کوئی ایسا ملے جو کسی شیخ سے بیعت نہ ہو، جو حضرات دعوت و تبلیغ سے تعلّق رکھتے ہیں ان میں بھی شاید ہی کوئی ملے جو کسی شیخ سے بیعت نہ ہو، اور خانقاہ والے تو بیعت ہوتے ہی ہیں، یہ بہت اچھا قدم آپ نے اٹھایا ہے، لیکن اب اپنے آپ کو اصلاح کے لئے اپنے شیخ کے حوالے کرو اور انہیں اہتمام سے اپنے حالات بتلاؤ اور ان کی طرف سے جو رہنمائی ملے اسے دل و جان سے قبول کر کے اس پر عمل کرو۔

جتنا ہو سکے اتنا تو کرو

اس کے علاوہ شیخ نے آپ کو جو معمولات بتلائے ہیں ان کی پوری پابندی کرو، اگر تمام معمولات نہیں ہو سکتے تو جتنا ہو سکے اتنا تو شروع کر کے بتدریج ترقّی کرو، اگر ایک گھنٹے کے معمولات ہیں اور وہ نہیں ہو سکتے تو آدھے گھنٹے سے شروع کرو، آدھا گھنٹا نہیں تو پندرہ منٹ سے شروع کرو، کہیں سے تو شروع کرو، کچھ تو کرو، انگریزی میں کہتے ہیں:

Something is better than nothing

کچھ نہ کچھ اور تھوڑا سا، بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔

اور عربی میں کہتے ہیں:

مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ

جو چیز پوری کی پوری حاصل نہ کی جا سکے اسے پورا چھوڑنا بھی نہیں چاہئے، بلکہ
جتنا ہو سکے حاصل کرنا چاہئے۔

آپ کے بس میں جتنا ہے اتنا تو کرو، اگر میں عبدالستار بھائی کے پاس جاؤں اور کہوں کہ میں مسافر ہوں، ایک لاکھ ڈالر (dollars) کی ضرورت ہے، انگلینڈ جا کر واپس کر دوں گا۔ اب مجھے ضرورت ایک لاکھ کی ہے اور ان کے پاس صرف ایک ہزار ہیں، تو وہ مجھ سے کیا کہیں گے؟ وہ کہیں گے کہ کاش میرے پاس ایک لاکھ ہوتے، مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ کی تکلیف کے وقت میں کام نہیں آسکتا، لیکن یہ ایک ہزار ہیں، یہ لے جاؤ۔ یہ صرف ایک فیصد ہے، بہت کم ہے، لیکن پھر بھی وہ ایسا نہیں کہیں گے کہ ایک لاکھ کی ضرورت ہے اور میرے پاس صرف ایک ہزار ہے اس لئے رہنے دو، نہیں، ایسا سوچیں گے کہ جتنا ہو سکے اتنا تو کروں۔

تو آپ کو اگر شیخ نے یہ کہا ہے کہ ایک ہزار مرتبہ درودِ پاک پڑھو تو ایک ہزار مرتبہ نہیں تو سو مرتبہ تو پڑھو، کہیں سے تو شروع کرو، پھر اپنے شیخ کو بتلاؤ کہ حضرت، میرے لئے دعا کریں، میری رہنمائی فرمائیں، آپ نے جتنا کہا ہے اتنا نہیں کر پا رہا ہوں، مگر کوشش جاری ہے اور ابھی اتنا کر رہا ہوں۔

محنت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا

میرے بھائیو! زندگی میں دین لانے کے لئے محنت تو کرنی پڑے گی، محنت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا، آپ اپنے بچّے کو تختی یاد کرانے کے لئے ایک استاذ مقرّر کرتے ہیں، ا، ب، ت، ث سکھانے کے لئے اگر استاذ کی ضرورت ہوتی ہے تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد

سے منوّر کرنے کے لئے استاذ کی کیوں ضرورت نہیں ہوگی؟ لوگ بیعت ہوتے ہیں، کسی کو پیر بناتے ہیں، شیخ مانتے ہیں، کیوں؟ تا کہ ان کی رہنمائی میں دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے منوّر ہو جائے، اور جب دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے منوّر ہو جاتا ہے تو پھر کسی کی ضرورت نہیں، پھر اللہ تعالیٰ خود رہنمائی فرماتے ہیں۔

اپنی زندگی کا جائزہ لو

میرے بھائیو! ہمیں اپنی پوری زندگی کا جائزہ لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ ہماری زندگی میں کتنا دین آیا ہے؟ نمازیں بھی ہیں، زکوٰۃ بھی ہے، روزے بھی ہیں، مگر دوسری طرف بدنظری، ٹی وی (T.V)، وڈیو (video)، بے پردگی، کتنے بڑے بڑے گناہوں میں ہم مبتلا ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرتے ہیں، لوگوں کا دل دُکھاتے ہیں، ہماری زندگی میں بڑے بڑے گناہ ہیں، میرے بھائیو! ہماری زندگی میں جتنی بُرائیاں ہیں اتنی اچھائیاں نہیں ہیں۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی بُرائیوں پر جو نظر
تو جہاں میں کوئی بُرا نہ رہا

اپنے مشائخ کے ساتھ اپنا تعلّق مضبوط کرو اور اپنی اصلاح کراؤ، یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، کوشش کرو اور دھیرے دھیرے آگے بڑھو، اور وہ حضرات جو اب تک کسی شیخ سے وابستہ نہیں ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ مشائخِ حقّہ میں سے کسی سے اپنی اصلاح کی غرض

سے وابستہ ہو جائیں۔

شیخ سے تعلّق اپنی دنیا کی خاطر

ہم شیخ سے صرف برکتوں کے لئے تعلّق جوڑتے ہیں، ضیافت کرتے ہیں اس خیال سے کہ حضرت گھر آئیں گے تو گھر میں برکت ہوگی، اور برکت بھی دینی نہیں بلکہ دنیوی، یہ نہیں کہ حضرت میرے گھر میں آئیں گے تو میرے اور میرے گھر والوں میں دین داری بڑھے گی، نہیں، بلکہ اگر حضرت گھر میں آئیں گے تو فلوس میں اضافہ ہوگا، اولاد نہیں ہو رہی ہے، حضرت کی تشریف آوری کی برکت سے اولاد ہوگی، بیٹا آوارہ ہو گیا ہے، حضرت کی برکت سے وہ فرماں بردار ہو جائے گا، یہ نیت نہیں ہوتی کہ حضرت گھر میں آئیں گے تو ہمارے اندر دین آئے گا، نہیں، تمام اغراض دنیوی ہوتی ہیں، تو میرے بھائیو، تعلّق رکھو، اور وہ بھی دین کی خاطر کہ دین میں ترقّی ہو۔

حقیقی تواضع

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تکبّر بہت بُری چیز ہے، اور جب یہ دل میں ہوتا ہے تو ہم تواضع کی کوئی بھی شکل اختیار کریں وہ تواضع نہیں، تکبّر ہی ہوگا، اس لئے کہ اندر کبر ہو اور ظاہر میں حقیقی تواضع آئے ایسا نہیں ہوسکتا، ایسی صورت میں ہم زبان سے تواضع کا کتنا ہی اظہار کریں کہ میں حقیر ہوں، فقیر ہوں، مگر دل میں نیت یہی ہوگی کہ میرے ایسا کہنے سے لوگ میری خوب تعریف کریں گے کہ اتنے بڑے ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ میں حقیر ہوں، اور جس کے دل میں تواضع ہوگی وہ فی الحقیقت ایسا سمجھے گا کہ میں کچھ نہیں ہوں، اور جب بندہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے، یہی

رفعت اور عزّت کا مقام ہے۔

یہ دل کی آواز ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
کچھ ہونا مرا ذلّت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تُوتُو میں میں ہوئی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے:

يَا ابْنَ السَّوْدَاءِ!
اے کالی عورت کے بیٹے!

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت دُکھ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی۔

اور شکایت کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں؛ ایک یہ کہ دل دُکھا ہے تو اپنے حضرت کے سامنے دُکھ کو بیان کر کے غم کو ہلکا کر دوں، حضرت شفقت فرمائیں گے، تسلّی کے کچھ الفاظ کہہ دیں گے تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا، دوسری وجہ اپنے بھائی کی خیر خواہی کہ اس کی زبان سے یہ الفاظ نہیں نکلنے چاہئے تھے، حضرت کی خدمت میں عرض کر دوں تاکہ حضرت اصلاح فرمادیں، اسی لئے اس زمانے کے لوگوں کی جب اصلاح کی جاتی تھی تو وہ ناراض نہیں ہوتے تھے۔

بہر حال، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوذر کو بلاؤ! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

يَا أَبَا ذَرٍّ! أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟[1]

اے ابوذر! تم نے بلال کو اس کی ماں کا نام لے کر عار دلائی؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا زہد

میرے بھائیو! الگ الگ صحابی کی الگ الگ خصوصیت ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت زہد تھی، آپ 'زَاهِدُ الْأُمَّة' تھے، آپ میں بہت اعلیٰ درجے کا زہد تھا، دنیا سے اتنی بے رغبتی تھی کہ آپ کو حیرت ہوگی، ان کا مسلک یہ تھا کہ چوبیس (۲۴) گھنٹے کی ضرورت سے زیادہ اپنے پاس کچھ رکھنا جائز نہیں ہے، مثال کے طور پر کسی کے پاس ایک ہزار دینار آئے، اس کی پورے دن کی ضرورت سو دینار سے پوری ہو جائے گی، تو اب سو کو چھوڑ کر باقی رقم اللہ کے راستے میں خرچ کر دینا ضروری ہے، اگر نہیں خرچ کرے گا تو زکوٰۃ نہ نکالنے والے کی طرح گنہگار ہوگا۔

شکایت سن کر پہلے تحقیق کرو

میرے بھائیو! بہت غور سے سننے کی بات ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے پوچھا:

يَا أَبَا ذَرٍّ! أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟

اے ابوذر! کیا تم نے بلال کو اس کی ماں کی وجہ سے عار دلائی؟

پتا چلا کہ ایک طرف کی بات سن کر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سچے تھے،

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجالية، ح(۳۱)، فتح الباري: ۱/۱۸۷

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان پر پورا بھروسہ تھا، لیکن پھر بھی پہلے ابوذر رضی اللہ عنہ کو پوچھا، جو شکایت پہنچی تھی اس کی پہلے تحقیق کی۔

میرے بھائیو! اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرو، جو شخص آپ کے پاس احمد کی، محمد کی، ابراہیم کی شکایت کر رہا ہے، چغلی کر رہا ہے، اس کے بارے میں تحقیق کرو کہ کیا صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہ خبر دینے والا نہ میرا دوست ہے نہ آپ کا، یہ ہم دونوں کا دشمن ہے، یہ ہمیں ایک دوسرے سے بدگمان کر کے لڑانا چاہتا ہے۔

جھگڑوں کا آسان علاج

ہمارے آپس کے جتنے جھگڑے ہیں ان کو ختم کرنے کا ایک آسان علاج بتلاتا ہوں، جب کوئی شخص کسی کے بارے میں اس طرح کی کوئی بات کہے تو اس سے کہو کہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ مجھے بتلا دیا، اب ذرا ٹھہر جاؤ، میں اس کو بھی بلا لیتا ہوں، چغلی کرنے والا اس کے لئے کبھی تیار نہیں ہوگا، آپ کو بھی تجربہ ہوگا کہ جو شخص کسی اور کی بات نقل کرتا ہے وہ ہمیشہ گفتگو کو اس طرح شروع کرتا ہے کہ ایک بات بتلاتا ہوں مگر میرا نام نہیں آنا چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اکثر اس بات کا وجود ہی نہیں ہوتا، لیکن ہم ایسے شریروں کی باتیں سن کر اپنے دوست کو دشمن سمجھنا شروع کر دیتے ہیں، دشمن کو دوست سمجھا اور اس کی بات سن کر دوست کو دشمن سمجھ لیا، ایسا نہیں کرنا چاہئے، پہلے معلوم کرو، دوست سے پوچھو کہ ایسی خبر ملی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ مگر سب سے آسان شکل تو وہ پہلی والی ہے کہ خبر دینے والے سے کہو کہ ذرا ٹھہر جاؤ، میں اپنے دوست کو بلاتا ہوں، معاملے کی صفائی وہیں ہو جائے گی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب بھی کوئی شخص کسی کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ تم غلط کہہ رہے ہو، میں اسے جانتا ہوں، وہ ایسا نہیں ہے۔[۱] اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسے پاکیزہ نفوس سے تقاضا کرتے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک کسی کی شکایت نہ پہنچائیں، اس لئے کہ شکایت سن کر دل متاثّر ہوتا ہے اور بسا اوقات مکدّر بھی ہو جاتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ میں سے کوئی شخص کسی کے بارے میں مجھے کچھ نہ پہنچائے، اس لئے کہ میں تمہارے مجمع میں سلیم الصدر اور صاف دل ہو کر آنا چاہتا ہوں۔[۲]

عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو فوراً بلالیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہیں تھے، ان کے سامنے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ اے ابوذر! کیا تم نے بلال کو اس کی ماں کی وجہ سے عار دلائی؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں، میری غلطی ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

> مَا كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّهُ بَقِيَ فِيْ صَدْرِكَ مِنْ كِبْرِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ[۳]
>
> (اے ابوذر!) مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ تمہارے دل میں زمانۂ جاہلیت کے کبر میں سے کچھ باقی رہا ہوگا۔

زمانۂ جاہلیت کی روحانی بیماریوں میں سے ایک بیماری یہ تھی کہ حبشی لوگوں کو حقیر سمجھا جاتا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ تم میں ابھی تک کبر کا

---

[۱] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۱/ ۱۳۱

[۲] سنن الترمذي، أبواب المناقب، ح(۴۲۰۲)

[۳] شرح صحيح البخاري لابن بطّال: ۸۷/۱، المجالس الموعظية في شرح أحاديث خير البريّة: ۴۲/۲

روگ باقی ہوگا۔

شیخ عالمِ غیب نہیں ہوتا

سالکین خاص طور سے توجّہ فرمائیں، سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ تمہارے دل میں کبر کا روگ ہوگا، پتا چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی عالمِ غیب نہیں تھے، عالمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ ہے، کسی کے دل میں کیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی معلوم نہیں ہوتا تھا جب تک اللہ تعالیٰ نہیں بتلاتے تھے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دل میں تو جاہلیت کی روحانی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اس لئے تمہارے دل میں اب کوئی روگ نہیں رہا ہوگا، مجھے پتا نہیں تھا کہ تمہارے دل میں اب بھی اس مرض کا کچھ اثر ہے، دیکھئے، نہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو پتا تھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو، پتا کب چلا؟ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوذر نے مجھے یَا ابْنَ السَّوْدَاءِ کہہ کر پکارا، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت آئی تب پتا چلا کہ دل کے اندر یہ بیماری ہے۔

روحانی بیماری کے علاج کی فکر

اب جب یہ بیماری سامنے آگئی تو چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک ولایت کے سب سے اونچے مقام پر فائز تھا اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ روحانی بیماری کا خود علاج کریں، چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سب کے سامنے زمین پر لیٹ گئے اور اپنے رخسار کو زمین پر رکھ کر کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! اپنا رخسار زمین سے نہیں اُٹھاؤں گا جب تک بلال اپنا پاؤں میرے رخسار پر نہ رکھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اصرار کی وجہ سے حضرت

بلال رضی اللہ عنہ مجبور ہو گئے اور اپنا پاؤں ان کے رخسار پر رکھا، تب جا کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تسلّی ہوئی۔[۱] میرے بھائیو! عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس بات کی فکر کرنی ہے کہ ہم اپنے شیخ کو تمام حالات بتلاتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے ہماری مکمّل اصلاح ہو جائے۔

آمدم برسرِ مطلب

میرے بھائیو! بات یہ ہو رہی تھی کہ ہم بندوں پر اللہ تعالیٰ کے انگنت احسانات ہیں جن پر شکر ممکن نہیں ہے، اس سلسلے میں نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے حضرت، حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک اصلاحی خط لکھا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائیں، ان کی بڑی شفقتیں رہیں۔

۱۹۹۱ء میں اسلامک دعوہ اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا اور ۱۹۹۷ء میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلّق ہوا، میری طبیعت ہمیشہ ایسی رہی ہے کہ میں اپنے بزرگوں کے سامنے کسی کی شکایت نہیں کرتا، جب کوئی تنگ کرتا ہے تو شکایت کی نوبت آتی ہے، لیکن الحمد للہ، میں نے کبھی کسی کی شکایت نہیں کی، اس لئے کہ میرے شکایت کرنے سے میرے مربِّی کو یہ خیال آسکتا ہے کہ یہ دوسروں کی عیب جوئی کرتا رہتا ہے، اس سے ان کو تکلیف ہوگی جس کے نتیجے میں میرا نقصان ہوگا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شکایت سن کر وہ میری موافقت کریں، اس صورت میں اس شخص کا نقصان ہوگا جس کی میں نے شکایت کی ہے، اس لئے میری شکایت کی عادت نہیں رہی۔

[۱] شرح صحيح البخاري لابن بطّال: ۸۷/۱، المجالس الموعظية في شرح أحاديث خير البريّة: ۴۲/۲

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتیں

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی معمول رہا، حضرت پر فون کرتا تھا اطّلاع واتّباع کی غرض سے، یا اس لئے کہ محبت بہت زیادہ تھی اور میں حضرت کی آواز سننے کے لئے بے چین ہوجاتا تھا، کبھی بعض لوگوں کی ایذاء کی وجہ سے دل بہت تنگ ہوجاتا تھا تو ایسے موقع پر بھی فون کرتا تھا اس لئے کہ بات کرنے سے قلبی سکون ملتا تھا، لیکن اس وقت بھی کسی کی شکایت نہیں کرتا تھا، مگر جب بھی کسی سے پریشان ہوکر حضرت کو فون کرتا تھا تو بغیر میرے کچھ کہے حضرت خود ہی فرماتے تھے کہ بیٹا! دائیں بائیں آگے پیچھے بالکل توجّہ مت کرو، تم اپنا کام کرتے چلے جاؤ، تم فکر مت کرو، میں سکّھر میں بیٹھ کر پہرا دے رہا ہوں۔ اس طرح حضرت شفقت فرماتے اور مجھے تسلّی دیتے تھے، حضرت کا مجھ پر بڑا احسان ہے، کبھی فرماتے کہ میں رات کو سوتا نہیں جب تک میں تمہیں اور اکیڈمی کو حصار میں نہیں لے لیتا۔ اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو جزائے خیر دیں، آپ نے ہمیشہ شفقت فرمائی۔

بیمار ہونے کے باوجود سفر کرنے کی وجہ

اس وقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں علیل چل رہا ہوں، exhaustion (ضعف ونقاہت) کی شکایت رہتی ہے، آپ حضرات دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عافیت والا معاملہ فرمائیں، میں نے South Africa (جنوبی افریقہ) معذرت کا خط بھی لکھ دیا تھا کہ بیماری کی وجہ سے سفر مناسب نہیں ہے، لیکن جس مدرسے میں مجھے بخاری شریف کے ختم کے لئے جانا تھا، اس کے مہتمم صاحب کا تعلّق حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اور ابھی ان کا تعلّق حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے، بھائی جان مدّ ظلّہم سے ہے، مجھے یہ پتا نہیں تھا،

میری معذرت کے بعد مہتمم صاحب کی فون پر بھائی جان سے گفتگو ہوئی اور علیک سلیک کے بعد انہوں نے میرے سفر کا تذکرہ کیا تو بھائی جان نے ان سے کہا کہ میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ یہ ابّا جی کی سرپرستی میں چلنے والا مدرسہ ہے، اگر تو سرپرستی نہیں کرے گا تو کون کرے گا؟ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے، میرے بھائی جان ہمارے لئے محترم ہیں اس لئے کہ ہمارے شیخ کے بیٹے ہیں، اور شیخ کے ہمارے اوپر بہت احسانات ہوتے ہیں، ان سے ہمیں روحانی دولت ملتی ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا احسان ہوسکتا ہے؟ ان احسانات کی وجہ سے ان کی بات کو ہم ٹال نہ سکے اور ہم نے اپنے ارادے کو بدل کر South Africa (جنوبی افریقہ) کا سفر کیا۔

ناقص کا شکر بھی ناقص ہوتا ہے

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق کے بعد میرے کام میں خوب برکت ہوئی اور سب کام بڑی آسانی سے ہونے لگے، ایک کام ہوگیا، دوسرا ہوگیا، تیسرا ہوگیا، دھیرے دھیرے کام آگے بڑھا، اس وقت میری کیفیت یہ تھی کہ ہر کام کے بارے میں یہ خیال رہتا تھا کہ یہ سب کچھ میرے حضرت حاجی صاحب کی برکت اور توجّہات سے ہورہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف وکرم سے حضرت کو میرے لئے ذریعہ بنایا ہے، تو میں نے لکھا کہ حضرت کی برکت سے الحمدللہ، ہر کام میں یہ استحضار رہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوا، میرا اس میں کوئی دخل نہیں، اور مجھے شکر کی خوب توفیق مل رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنی کم مائیگی کا استحضار بھی خوب رہتا ہے۔

حضرت کا جواب آیا، حضرت اسی خط میں حاشیہ پر جواب لکھتے تھے، تو میں نے جہاں

یہ لکھا تھا کہ الحمدللہ، شکر کی خوب توفیق مل رہی ہے۔ حضرت نے جواب میں یہ لکھا کہ ناقص کا شکر بھی ناقص ہوتا ہے اس لئے ساتھ استغفار بھی کیجئے۔ مطلب یہ تھا کہ شکر کی اس توفیق پر مطمئن نہیں رہنا چاہیئے، بلکہ شکر ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرنا چاہیئے کہ اے اللہ! جیسا تیرا شکر ہونا چاہیئے نہیں کر پا رہا ہوں، میری اس کوتاہی کو معاف کردیں۔

شکر میں ڈوب جانا چاہیئے

میرے بھائیو! اطّلاع واتبّاع کا یہ فائدہ ہے، اصلاح ہوتی ہے، اپنے شیخ سے خلوص کے ساتھ اپنی اصلاح کی نیت سے تعلّق جوڑ کر تو دیکھو، ان شاء اللہ آپ کو بڑے فوائد نظر آئیں گے، ایک مرتبہ میں نے حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر کیا کہ اکیڈمی کے لئے جگہ ملنے کے بعد سے اب تک شکر کی خوب توفیق مل رہی ہے۔ جواب میں حضرت نے لکھا کہ شکر میں ڈوب جانا چاہیئے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اس لئے ہمیں شکر بھی اتنا کرنا چاہیئے کہ ہم اس میں غرق رہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور شکر کم ہو؟ نہیں، نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں تو شکر میں بھی ڈوب جانا چاہیئے۔

اب ختم کرتا ہوں، بات تمہید ہی میں ختم ہوگئی، میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ شانُہ کی بے شمار نعمتیں ہیں، ہم نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، نعمتیں innumerable (انگنت) ہیں، لیکن بدقسمتی سے ہمیں ان نعمتوں کا احساس نہیں ہے، سالہا سال سے بڑی آسانی سے پیشاب ہورہا ہے، لیکن ہم نے اس کو کبھی نعمت نہیں سمجھا، اسی طرح اور بھی بے شمار نعمتیں ہیں۔

ایک وقت کے کھانے میں کئی نعمتیں ہوتی ہیں

کھانا کھانے کے بعد ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اس بات پر حمد کرتے ہیں کہ کھانے پینے کی نعمت ملی، کیا کھانا پینا یہ ایک ہی نعمت ہے؟ میں نے حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے سنا کہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس ایک نعمت میں کئی نعمتیں ہیں: (۱) کھانا پینا بذاتِ خود ایک نعمت ہے، (۲) پھر بھوک بھی نعمت ہے، دسترخوان پر بہترین کھانا پینا ہوتا، لیکن بھوک نہ ہوتی، appetite (کھانے کی رغبت) نہ ہوتی، تو کھا سکتے؟ (۳) کھانا بھی ہے اور بھوک بھی خوب لگی ہوئی ہے، لیکن منہ میں چھالے پڑے ہیں، mouth ulcers ہیں، منہ میں کچھ بھی رکھتے ہیں تو جلن محسوس ہوتی ہے، بھوک تو ہے مگر منہ میں کھانا نہیں رکھ سکتے، تب بھی کھانا نہ کھا سکتے، (۴) بھوک بھی لگی ہوئی ہے اور منہ بھی بالکل ٹھیک ہے، لیکن گلے میں تکلیف ہے، کھاتے ہیں تو گلے میں بہت تکلیف ہوتی ہے، تب بھی کھانا نہ کھا سکتے، (۵) بھوک بھی ہے، نہ منہ میں تکلیف نہ گلے میں، مگر معدے میں گرانی ہے، indigestion (بدہضمی) ہے، nausea (متلی) ہے، تب بھی کھانا نہ کھا سکتے، (۶) بھوک بھی ہے، نہ منہ میں تکلیف ہے نہ گلے میں، پیٹ بھی خراب نہیں ہے، لیکن جو آدمی کھلا رہا ہے وہ منہ چڑھا کے کھلا رہا ہے، عمدہ کھچڑی ہے اور اس کے ساتھ گھی بھی ہے، کیا یہ کھانا حلق سے اترے گا؟ نہیں اترے گا، تو اس صورت میں بھی آپ کھانا نہیں کھا سکیں گے، حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کھانے پینے کی ایک نعمت میں کئی نعمتیں ہیں: کھانا، بھوک اور رغبت، نہ منہ میں تکلیف نہ حلق میں، معدہ بھی ٹھیک اور کھلانے والے خوشی سے اور عزّت سے کھلا رہے ہیں۔

اگر کوئی شخص کھانے پر بیٹھے اور اس تصوّر سے کھائے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت نعمتیں ہیں، کھانا بھی ہے، بھوک اور appetite (کھانے کی رغبت) بھی ہے، منہ میں چھالے بھی نہیں ہیں، گلا بھی ٹھیک ہے، پیٹ بھی ٹھیک ہے اور بیوی یا میزبان بھی خوشی سے کھلا رہا ہے، اب جب کھانے سے فارغ ہو کر شکر ادا کرے گا تو روئیں روئیں سے الحمدللہ نکلے گا۔

نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا طریقہ

میں آج جو پیغام پہنچانا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں اور ان میں سے ہر نعمت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے، اور شکر کی ادائیگی کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں:

(۱) دل و دماغ سے یہ تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے یہ نعمت محض اپنے لطف و کرم سے بغیر کسی استحقاق کے عطا فرمائی ہے، یہ خیال نہ آئے کہ یہ میری محنت کا نتیجہ ہے، میری کمائی کا نتیجہ ہے، میری قابلیت کا نتیجہ ہے، نہیں، یہ ساری نعمتیں: آنکھ، کان، زبان، اولاد، بیوی، گھر، دکان، فیکٹری، علم، مال، رزق، غرض ہر چیز اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف و کرم سے بغیر استحقاق کے عطا فرمائی ہیں۔

(۲) دل و دماغ میں یہ بات بٹھانے کے بعد زبان سے بھی اس کا اعتراف کرے، تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے کہے کہ اے اللہ! جتنی بھی نعمتیں ہیں، یہ ساری آپ نے بغیر استحقاق کے محض اپنے لطف و کرم سے عطا فرمائی ہیں، اسی طرح دوسروں کے سامنے بھی اس کا اظہار کرے کہ بھائی! میرے اللہ کا میرے اوپر بہت بڑا کرم ہے، میں تو بہت گنہگار ہوں، مجھے تو ایک لقمہ بھی نہیں ملنا چاہئے تھا، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے کرم فرمایا ہوا ہے، تو دل سے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور زبان سے بھی اس کا اظہار کرو اور اَللّٰهُمَّ لَكَ

الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ کہو۔

(۳) تیسری چیز اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننے کے لئے یہ ہے کہ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرو، مثال کے طور پر آنکھیں، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اب دل سے یہ تسلیم کرو کہ یہ نعمت محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے بغیر استحقاق کے ملی ہے، زبان سے بھی بولو، اور پھر ان آنکھوں کو صحیح کاموں میں استعمال کرو اور غلط کاموں سے بچاؤ؛ ان سے فلم مت دیکھو، نامحرم عورتوں کو مت دیکھو، اس کے بجائے آنکھوں سے اچھے کام کرو؛ قرآن شریف کی تلاوت کرو، ماں باپ کو محبت کی نظر سے دیکھو، کعبے کو محبت کی نظر سے دیکھو، درختوں کو دیکھو، سمندروں کو دیکھو، Victoria Falls (وکٹوریا آبشار) کو دیکھو، اور ان قدرتی مناظر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

آپ کے پاس پیسے بہت ہیں تو یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ یہ میری محنت کا نتیجہ ہے، بلکہ یہ خیال راسخ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف وکرم سے میرے مستحق نہ ہونے کے باوجود فضل فرمایا ہے، میں نے جتنی محنت کی ہے اس سے زیادہ دوسرے کرتے ہیں، مگر ان کو اتنا نہیں ملتا جتنا مجھے ملا، یہ خیال دماغ میں ہو اور اسے زبان سے بھی بولو، اور پھر پیسوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کرو؛ زکوٰۃ نکالو، صدقۃ الفطر ادا کرو، بچوں کی تعلیم اور تربیت پر خرچ کرو، حج فرض ہے تو حج ادا کرو، غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کا خیال رکھو وغیرہ۔

شکر کی برکت سے بڑھوتری

میرے بھائیو! اگر ہم نے یہ تین کام کر لئے تو شکر ادا ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ (ابراھیم:۷)
اگرتم شکر کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دوں گا۔

شکرگزاری پر اللہ تعالیٰ نعمت میں اضافہ کرے گا، اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ ابھی پانچ سو(۵۰۰) ہیں تو کل چھ سو(۶۰۰) ہو جائیں گے، چھ سو(۶۰۰) ہیں تو سات سو(۷۰۰) ہو جائیں گے، دوسری شکل یہ ہے کہ آج پانچ ہیں تو کل بھی پانچ ہی رہیں گے، اور پرسوں بھی پانچ ہی رہیں گے، یہ بھی بڑھنا ہی ہے کہ نعمت نہ کم ہوتی ہے نہ ختم، تو شکر پر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اگر شکر کریں گے تو میں نعمت میں اضافہ کروں گا، اور صرف دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی۔

﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ (ابراھیم:۷)
اور اگر تم شکر نہیں کرو گے تو (یادرکھنا کہ) میرا عذاب سخت ہے۔

میرے بھائیو! اگر ہماری روزی میں کمی ہو رہی ہے، ہم recession(معاشی گراوٹ) سے دوچار ہو رہے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں جیسا شکر ادا کرنا چاہئے نہیں کر رہے ہیں، شکر ہوتا تو یقیناً برکت، وسعت اور زیادتی ہوتی، اس لئے آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی جتنی نعمتیں ہیں ان تمام پر شکر ادا کریں، اس استحضار کے ساتھ کہ یہ نعمتیں محض اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے بغیر استحقاق کے ملی ہیں، اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ! آپ نے بہت کچھ عطا کیا، اس کے باوجود ہم نے زندگی ناشکری میں گزار دی، اے اللہ! میں آپ کی تمام نعمتوں پر آپ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور پھر جس جس نعمت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہے اس سے ہمیں توبہ کرنی چاہئے، یہ شکر کا اہم حصّہ ہے، اس کے بغیر شکر ادا نہیں ہوگا۔

حالات سے صرف لُوسا کا والے نہیں گزر رہے ہیں، حالات پورے افریقہ میں ہیں، پوری دنیا میں ہیں، ہر جگہ کے حالات الگ الگ ہیں، کسی جگہ روزی کے مسائل ہیں، کسی جگہ امن کے مسائل ہیں، کسی جگہ عدل وانصاف کے مسائل ہیں، کسی جگہ کچھ اور، آپ کے یہاں روزی میں جو تنگی نظر آرہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی ایک علامت ہے، اور ماشاء اللہ، یہاں کے لوگوں کو اس بات کا احساس بھی ہے، ہر کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ ہماری نافرمانیوں کی وجہ سے ہوا ہے، یہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ احساس اچھی بات ہے۔

عذاب آئے اور اپنی غلطی کا احساس نہ ہو تو یہ بہت خطرناک ہے

قومِ عاد نے عذاب کا بادل آتے دیکھا تو بجائے اس احساس کے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ ہے، کہنے لگے:

﴿هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾

یہ بادل ہم پر بارش برسانے والا ہے۔

وہ لوگ غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے، بڑی بڑی نافرمانیوں کے باوجود بھی انہیں یہ خیال آیا کہ یہ بادل ہمارے اوپر بارش برسائے گا اور پیداوار خوب ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بادل بارش کا نہیں ہے:

﴿بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (الاحقاف: ۲۴)

بلکہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم جلدی طلب کر رہے تھے، یہ ایک طوفانی ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

میرے بھائیو! اگر عذاب آتا ہے، پکڑ آتی ہے اور احساس نہیں ہوتا کہ یہ پکڑ ہے تو یہ

بہت خطرناک ہے، اور اگر احساس ہوجاتا ہے کہ یہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے، یہ اچھی علامت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم توبہ کر کے صلح کرلیں، لیکن اس احساس کے بعد بیٹھے رہنا اور کچھ نہ کرنا یہ بہت خطرناک ہے، اس احساس کے بعد ہمیں خلوص کے ساتھ دل لگا کر سچّی توبہ کرلینی چاہئے اور اس کے بعد تقوے والی زندگی گزارنی چاہئے۔

شیطان کا دھوکہ

میں نے گزشتہ کل بھی کہا تھا کہ شیطان ہمارا دشمن ہے اور وہ ہمارا نقصان دیکھنا چاہتا ہے، اسی لئے وہ ہمارے دلوں میں ایسے خیالات لاتا ہے جن کی وجہ سے ہم صحیح کام نہیں کر پاتے، مثال کے طور پر یہ خیال لائے گا کہ لُوساکا میں جو روزی کی تنگی ہے وہ لُوساکا والوں کے گناہوں کی وجہ سے ہے، اب ظاہر ہے کہ ہم سب مجرم ہیں، کسی نہ کسی درجے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو توبہ کرنی چاہئے، مگر شیطان ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا کرے گا کہ تمام لُوساکا والے مجرم ہیں سوائے میرے اس لئے ان سب کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے، اب سوچئے میرے بھائیو! اگر ہر شخص یہ سوچے گا کہ لُوساکا والوں کو توبہ اور استغفار کرنا چاہئے، مگر وہ خود اپنے آپ کو مستثنیٰ (excluded) سمجھے گا تو توبہ کون کرے گا؟ کوئی بھی نہیں کرے گا، اس لئے کہ ہر شخص کے ذہن میں یہ ہوگا کہ تمام لُوساکا والے مجرم ہیں مگر میں نہیں، فلاں شخص cheating (دھوکہ دہی) کرتا ہے، فلاں شخص کام کرنے والوں پر ظلم کرتا ہے، فلاں زکوٰۃ نہیں نکالتا، فلاں پر حج فرض ہوگیا ہے پھر بھی حج نہیں کرتا، فلاں مال کے حقوق ادا نہیں کرتا، تو ان سب کو تو توبہ کرنی چاہئے، لیکن میں چونکہ قصوروار نہیں ہوں اس لئے مجھے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں، اب یہ نہ استغفار کرے گا نہ توبہ، نتیجہ یہ ہوگا کہ لُوساکا میں رہنے والا کوئی بھی استغفار نہیں کرے گا،

کوئی بھی توبہ نہیں کرے گا، جب یہ بات ہوگی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب کیسے ٹلے گا؟

خود کو ذمّے دار سمجھو

اس لئے میرے بھائیو، اپنی سوچ بدلو، سوچ یہ ہونی چاہئے کہ میری نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں آرہی ہے، لُوسا کا والے میری وجہ سے پریشان ہیں، انہوں نے چھوٹے چھوٹے قصور کئے ہوں گے، میں نے بڑے قصور کئے ہیں، لُوسا کا والے میری وجہ سے پریشان ہیں، مسلمان بھی، غیر مسلم بھی اور جانور بھی، سجدے میں سر رکھ کر کہو کہ اے اللہ! آپ ان سب کو پریشانی سے نجات دیجئے، میں اپنے قصوروں سے توبہ کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے معاف کر دیجئے۔ جب ہر شخص خود کو مجرم سمجھے گا تو توبہ بھی کرے گا، اور جب ہر شخص توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کی موسلا دھار بارش برسے گی۔

حضرت ذوالنّون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

اس سلسلے میں ایک قصّہ سنا کر بات کو ختم کرتا ہوں، حضرت ذوالنّون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ ان کی بستی کے لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت، اس سال بارش بالکل نہیں ہوئی ہے اور ایسا لگ رہا ہے کہ کھیت میں فصل نہیں ہوگی، پتا نہیں سال کیسے گزرے گا، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ حضرت ان کی درخواست سن کر گھر تشریف لے گئے اور اپنا سامان لے کر شہر سے باہر نکل گئے، بستی سے نکلتے ہی بارش برسنی شروع ہوگئی اور بہت برسی۔

سامنے سے شہر کا ایک آدمی آرہا تھا، اس نے حضرت کو دیکھا تو علیک سلیک کے بعد پوچھا کہ حضرت، آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ فرمانے لگے کہ بستی والے میرے پاس آئے

تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے بارش روک لی ہے، آپ دعا کیجئے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ بارش گناہوں کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے اور میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ ذوالنّون! سب سے بڑا گنہگار تو تُو ہی ہے، یہ بارش تیرے گناہوں کی وجہ سے رُکی ہوئی ہے اور سب تیری وجہ سے پریشان ہیں، میں نے فیصلہ کیا کہ میں شہر چھوڑ کر چلا جاؤں تاکہ بارش برسنی شروع ہو جائے۔[1]

میرے بھائیو! یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے، انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے واسطے مٹایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں چمکایا، اصل میں بارش تو لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے رُکی ہوئی تھی، مگر حضرت ذوالنّون رحمۃ اللہ علیہ باہر چلے گئے، اللہ تعالیٰ کو حضرت کی یہ تواضع اور انکساری اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل سے راضی ہو کر بارش برسادی۔

اپنی زندگیوں کو ٹھیک کرو

تو ہر شخص خود کو ذمّے دار ٹھہرائے، دوسروں کی طرف انگلی نہ اُٹھائے، خود کو قصوروار سمجھ کر توبہ کرے اور زندگی بدلنے کی پکّی نیت کرے، اب سے تمام حقوق کی ادائیگی ہو، حقوق اللہ کی بھی اور حقوق العباد کی بھی، مفتیانِ کرام سے رابطہ کر کے اپنی تجارت اور اپنے معاملات کو ٹھیک کرو، ہمارے ذمّے اگر کسی کا کوئی حق ہے تو اسے ادا کرنے کی فکر کرو، پوری شریعت، یعنی عبادات، معاملات، معاشرت، اور حسنِ اخلاق کو زندگی میں لاؤ، پھر دیکھو کہ اللہ جلَّ جلالہٗ وعمَّ نوالہٗ کی طرف سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے یا نہیں۔

---

[1] اصلاحی خطبات: ۷/۵۵

اور جو لوگ اچھی مالی پوزیشن (position) میں ہیں اور جنہیں recession (معاشی گراوٹ) کا اس وقت احساس نہیں ہو رہا ہے، انہیں تو اور زیادہ فکر کرنی چاہئے، اس لئے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ جھنجوڑ رہا ہے انہیں کم از کم غفلت سے بیدار تو کر رہا ہے، جنہیں جھٹکا نہیں لگ رہا ہے انہیں تو اور زیادہ فکر کرنی چاہئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اتنے ناراض ہیں کہ ہمیں ابھی تک غفلت میں ڈالے رکھا ہے، انہیں ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہمیں فکر کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ہم گناہوں میں مبتلا ہیں پھر بھی ہمیں نقصان نہیں ہو رہا ہے، اس لئے کہ پکڑ جب اچانک آتی ہے تو ایسے لوگ دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔

میرے بھائیو! زامبیا والوں کو بھی، انگلینڈ والوں کو بھی، اور دنیا میں بسنے والے تمام مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ میری وجہ سے ہو رہا ہے، اور توبہ کرنا چاہئے، استغفار کرنا چاہئے، عبادات کا اہتمام کرنا چاہئے، معاملات اور معاشرت کو درست کرنا چاہئے، حسنِ اخلاق سے اپنی زندگیوں کو سنوارنا چاہئے، زبان پر بھی قابو رکھنا چاہئے اور اپنے نفس پر بھی۔

حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پسندیدہ شعر

میرے محبوب حضرت، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک شعر لکھوا کے اپنے سامنے رکھا ہے اور بار بار دیکھتا رہتا ہوں:

دوسروں کے معاملات میں کفِّ لسان
ووقتِ ہیجانِ نفس ضبطِ نفس سے کام [1]

[1] معارفِ نبوی: ۳/۲۲۲

دوسروں کے معاملات میں زبان پر کنٹرول ہو، اور جب نفس بھڑکائے اور گناہوں کی طرف لے جانا چاہے تو اس وقت نفس پر پورا کنٹرول ہو، تو دوسروں کے معاملات میں تو کفِّ لسان سے کام لو اور ہیجانِ نفس کے وقت نفس پر کنٹرول رکھو، اگر ہم یہ کرلیں گے تو ان شاء اللہ، اللہ کی رحمت ہم پر دنیا میں بھی نازل ہوگی اور آخرت میں بھی، اور اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ہمیں کامیابی سے ہمکنار فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ شانُہٗ بار بار ہم سب کو اس کی رضا کی خاطر لُوساکا میں، لیسٹر میں اور حرمین شریفین میں ملاقات کرائیں، اور اُس کی برکت سے اللہ تعالیٰ شانُہٗ ہمیں ایسا بنادیں کہ مرنے کے بعد جنّتُ الفردوس میں انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صالحین کی معیّت میں ہم جنّت کے دسترخوان پر بھی اِکٹّھا ہوں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مالك	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام الترمذي	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو داود السجستاني	دار التأصيل، مصر
۵	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة، بيروت
۶	المعجم الأوسط	الإمام الطبراني	دار الحرمين، القاهرة
	فتح الباري	العلّامة ابن حجر العسقلاني	الرسالة العالمية، دمشق
۷	شرح صحيح البخاري لابن بطّال	العلّامة ابن بطّال	مكتبة الرشد، الرياض
۸	المجالس الموعظية في شرح أحاديث خير البرّية من صحيح البخاري	الإمام محمد بن عمر السفيري الشافعي	دار الكتب العلمية، بيروت
۹	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة
۱۰	حکیم الاُمّت کے حیرت انگیز واقعات	حافظ محمد اسحاق ملتانی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۱۱	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
	ملفوظاتِ حضرت مدنیؒ	مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی	ادارۂ اشاعت، دہلی
۱۲	اسلاف کے سنہرے اقوال	مولانا محمد اویس سرور	بیت العلوم، لاہور
۱۳	اصلاح کی سو باتیں	حضرت ڈاکٹر محمد صابر	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۴	اصلاحی خطبات	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز، کراچی
۱۵	اصلاحی مواعظ	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی	مکتبۂ لدھیانوی، کراچی